انسانی جان اور جسم کے خلاف جرائم کی سزا

اسلامی قانون میں

(۳)

ڈاکٹر عبد العزیز عامر

ترجمہ: معروف شاہ شیرازی

قتل شبہ عمد: فقہاء کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہے کہ قتل شبہ عمد کا وجود بھی ہے یا نہیں؟ یعنی قتل کا وہ درجہ جو قتلِ عمد اور قتلِ خطا کے درمیان ہو۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ اور بہت سے فقہاء اس کے وجود کو مانتے ہیں۔ صحابہ کرام میں سے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ بھی اس کے قائل تھے اور کسی صحابی نے ان حضرات سے اختلاف نہیں کیا ہے۔ مگر امام مالکؒ سے مشہور روایت یہ ہے کہ وہ قتل کی اس قسم کو نہیں مانتے تھے الّا یہ کہ باپ بیٹے کو قتل کر دے تو صرف اسے وہ قتل شبہ عمد کہتے تھے۔

جو لوگ قتل کی اس قسم کے وجود کے قائل ہیں۔ وہ پھر اس کی تعریف میں مختلف الرائے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ لوہے کے سوا باقی ذرائع مثلاً ڈنڈے، آگ، یا ان کے مشابہ دوسری چیزوں سے جو قتل کیا جاتا ہے وہ قتل شبہ عمد ہے۔ ان کے نزدیک جو قتل ایسے آلات سے ہو جو جسم کو کاٹتے نہ ہوں یا جسم میں گھونپے نہ جا سکتے ہوں وہ قتل شبہ عمد ہوتا ہے اگرچہ وہ آلات ایسے ہوں جن سے بالعموم موت واقع ہو جایا کرتی ہو۔ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ قتل شبہ عمد وہ ہوتا ہے جو ایسے ذرائع سے واقع ہوا ہو جن سے بالعموم قتل واقع نہ ہوتا ہو۔ بالفاظِ دیگر جب کبھی ایسا ذریعہ استعمال کیا گیا ہو جس سے غالباً ہلاکت واقع نہ ہوتی ہو، تو اس سے قتل واقع ہو جانے کی صورت میں اسے شبہ عمد کہا جائے گا۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ قتل شبہ عمد وہ ہوتا ہے جس میں ضرب تو عمداً ہو مگر قتل خطاءً واقع ہو جائے۔ یعنی جہاں قاتل مقتول کو بالارادہ مار پیٹ رہا ہو، لیکن قاتل کا مقصد اسے مار ڈالنا نہ ہو اور مقتول کی موت اس کے قصد کے بغیر واقع ہو گئی ہو۔ امام شافعیؒ کے نزدیک قتل عمد وہ ہوگا جس میں فعل اور نتیجۂ فعل دونوں کا ارادہ موجود ہو، اور قتل خطاءً وہ ہوگا جس میں دونوں کا ارادہ نہ ہو، نہ فعل کا اور نہ اُن نتائج کا جو اس فعل سے مرتب ہوئے ہوں۔

بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ فیصلے کا دار و مدار ایک تو اُن آلات پر ہوگا جو قتل میں استعمال کیے گئے ہوں، اور دوسرے اُن حالات پر جن میں قتل واقع ہوا ہو۔ امام ابوحنیفہ اور صاحبین ان آلات پر فیصلے کا مدار رکھتے ہیں جو قتل میں استعمال کیے گئے ہوں اور قتل کی نوعیت کا تعین کرنے کے لیے آلۂ قتل کی نوعیت کو قرینہ قرار دیتے ہیں۔ بخلاف اس کے امام شافعیؒ قاتل کی نیت کا اعتبار کرتے ہیں اور قتل کی نوعیت کا تعین اس کی نیت ہی کی بنا پر کرتے ہیں۔

یہ تو تھی تعریف۔ رہے وہ دلائل جن کی بنا پر بعض فقہا قتل کی اس قسم کو مانتے ہیں اور بعض انکار کرتے ہیں تو وہ مختصراً یہ ہیں۔ جو لوگ اس کے وجود کا انکار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ قاتل نے یا تو قتل کا ارادہ کیا ہوگا یا نہ؟ اگر کیا ہے تو قتلِ عمد ہے، اگر نہیں تو قتلِ خطا۔ ان دونوں کے درمیان کوئی تیسرا درجہ سرے سے نہیں ہے۔ اور جو لوگ اس کے وجود کو مانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ نیت کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہو سکتا ہے۔ ایک جج صرف ظاہری حالات کو دیکھ ہی حکم لگا سکتا ہے۔ اس لیے جو شخص قصداً ایسے آلات استعمال کرتا ہے جن کے نتیجے میں بالعموم قتل واقع ہو جاتا ہے اس کے متعلق یہی سمجھا جائے گا کہ اس نے بالارادہ قتل کیا ہے، اور وہ قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ اور اگر کوئی کسی فرد کو ایسے کسی آلہ سے بالقصد مارتا ہے جس کے نتیجے میں بالعموم موت واقع نہیں ہوتی تو اس صورت میں معاملہ قتلِ خطا اور قتل عمد کے درمیان متردد ہوگا۔ اگر اس پہلو کو دیکھا جائے کہ اس نے بالارادہ زد و کوب کا ارتکاب کیا ہے تو وہ قتل عمد کے مشابہ ہے۔ اور اگر اس پہلو کو مدنظر رکھا جائے کہ اُس نے ایسا آلہ استعمال کیا جس سے بالعموم موت واقع نہیں ہوتی تو وہ قتلِ خطا کے مشابہ ہے، کیونکہ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ قتل تو نہیں کرنا چاہتا تھا مگر اس کی خواہش کے بغیر قتل واقع ہو گیا۔ اس رائے کی تائید میں ایک حدیث بھی مروی ہے: الا ان قتل الخطاء شبه العمد ما كان بالسوط والعصا

والحجر، دیۃ مغلظۃ، مأۃ من الابل منہا اربعون فی بطونہا اولادھا" خبردار رہو، قتل عمد کے مشابہ قتل خطا وہ ہوتا ہے جو کوڑے اور ڈنڈے اور پتھر سے واقع ہو۔ اس کی دیت دیت مغلظہ (سخت) ہے یعنی سو اونٹ جن میں چالیس ایسی اونٹنیاں ہوں جن کے پیٹ میں بچہ ہو۔" لیکن یہ حدیث ائمۂ فن کے نزدیک مضطرب ہے اور سند کے لحاظ سے ثابت نہیں ہے جیسا کہ ابن عبدالبر نے اس پر کلام کیا ہے، اگرچہ ابوداؤد وغیرہ نے اس کی تخریج کی ہے۔[1]

قتل شبہ عمد کی مثالیں اس بحث کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ جو لوگ شبہ عمد کے قائل ہیں ان کے نزدیک اس سے مراد وہ قتل ہے جس میں مارنے والے نے مضروب کو ایسے آلات سے مارا ہو جن کے نتیجے میں بالعموم موت واقع نہ ہوتی ہو۔ مثلاً ہاتھ سے، یا چھوٹے ڈنڈے سے، یا کوڑے سے مارا ہو، اور پے در پے مارتا ہی نہ چلا گیا ہو، بلکہ ایک دو ضربیں لگائی ہوں۔ اس طرح کی مار سے اگر مضروب مر گیا ہو تو اس پر اتفاق ہے کہ یہ قتل شبہ عمد ہوگا۔[2] نیز اگر کوڑے جیسی چیز سے مسلسل مارتا رہے یہاں تک کہ مضروب کی موت واقع ہو جائے تو بھی قتل شبہ عمد ہوگا۔[3] امام ابوحنیفہ کے نزدیک وہ تمام قتل شبہ عمد میں آتے ہیں جن کا ارتکاب ایسے آلات سے کیا گیا ہو جو آلات جارحہ میں سے نہ ہوں یا جنہیں جسم میں گھونپا نہ جا سکتا ہو۔ مثلاً بڑا ڈنڈا یا بڑی لکڑی یا بڑا پتھر استعمال کیا

---

[1] بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد، ابن رشد، ج ۲، ص ۳۳۲-۳۳۳- الاحکام السلطانیہ، الماوردی ص ۲۲۱- تبیین الحقائق، شرح الکنز، للزیلعی، ج ۶ ص ۱۰۰ و ۱۰۱-

[2] الکاسانی، ج ۷، ص ۲۳۳- وہ لکھتے ہیں: "پہلا، جس پر سب فقہاء کا اتفاق ہے، یہ ہے کہ چھوٹے ڈنڈے تھپڑ یا کوڑے وغیرہ سے مارے، جس کے نتیجے میں بالعموم موت واقع نہیں ہوتی۔ بشرطیکہ وہ ایک یا دو بار مارے اور مسلسل نہ مارتا رہے۔" ص ۲۳۴ میں لکھتے ہیں: "اگر قتل بالارادہ ایک یا دو بار کی ضربات کے نتیجے میں واقع ہو تو اس میں قصاص واجب نہیں ہے۔ کیونکہ ایک دو ضربات سے بالعموم قتل مقصود نہیں ہوا کرتا بلکہ تادیب و تہذیب مطلوب ہوتی ہے۔ اس لیے اس میں شک کی گنجائش نکل آتی ہے۔"

[3] الکاسانی، ج ۷، ص ۲۳۳- اس میں وہ لکھتے ہیں: "چھوٹے کوڑے سے مارے اور مسلسل مارتا رہے یہاں تک کہ مر جائے تو یہ ہمارے اہلِ مسلک کے نزدیک بالاتفاق قتل شبہ عمد ہے۔"

جائے[۱]، یا دھار دار آلے کی پُشت کی جانب کو استعمال کیا جائے[۲]۔ البتہ یہ آخری اقسام امام ابو یوسف، امام محمد اور امام شافعیؒ وغیرہ کے نزدیک قتلِ عمد کی تعریف میں آتی ہیں اور ان میں قصاص واجب ہے۔

قتل شبہ عمد کا حکم | جو لوگ قتل کی اس قسم کے وجود کو نہیں مانتے ان کے نزدیک اس کا حکم قصاص ہے کیونکہ یہ قتلِ عمد ہی ہے۔ لیکن جو لوگ اس کے قائل ہیں وہ اس کی سزا دیتِ مغلظہ (HARD BLOOD MONEY) قرار دیتے ہیں[۳]۔ نیز یہ کہ قاتل مقتول کی میراث سے محروم ہوگا[۴]۔ اِس امر میں اختلاف ہے کہ اس شکل میں کفارہ بھی لازم ہے یا نہ[۵]۔ البتہ اس پر اتفاق ہے کہ اس جرم میں قصاص واجب نہ ہوگا[۶]۔

---

[۱] الکاسانی، ج ۷، ص ۲۳۳ لکھتے ہیں: "قاتل نے قتل کا ارادہ کیا اور ایسے آلات استعمال کیے جن سے بالعموم موت واقع ہو جاتی ہے لیکن وہ زخمی کرنے والے یا گھونپے جانے والے نہیں ہیں مثلاً ہتھوڑا، بڑا پتھر اور بڑا ڈنڈا وغیرہ۔ تو یہ بھی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قتل شبہ عمد ہے۔"

[۲] شرح الکنز للزیلعی، ج ۶ ص ۱۰۹۔

[۳] الکاسانی، ج ۷، ص ۲۵۱۔ تبیین الحقائق شرح الکنز للزیلعی، ج ۶ ص ۱۰۱۔ وہ لکھتے ہیں: "اس میں گناہ اور کفارہ ہے اور قصاص نہیں بلکہ دیتِ مغلّظہ ہے۔" بدایۃ المجتہد، ابن رشد، ج ۲، ص ۳۲-۳۳۳۔ الاحکام السلطانیۃ الماوردی، ص ۲۲۱۔ دیتِ مغلّظہ کی تشریح میں لکھتے ہیں: "سونے چاندی وغیرہ میں دیت کی تغلیظ یہ ہے کہ دیت کی رقم میں ۳۳ فی صدی اضافہ کر دیا جائے اور اونٹوں کی صورت میں ہو تو ان میں سے ۳۰ حِقّے (یعنی ۳ سالہ) ہوں، ۳۰ جذعے (یعنی چار سالہ) ہوں اور ۴۰ خَلِفے (۵ سالہ) ہوں جن کے پیٹ میں بچہ ہو۔" بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ دیت میں تشدد صرف اونٹوں میں ہوگی، سونے چاندی میں تغلیظ نہ ہوگی۔ بلکہ عمد اور شبہ عمد دونوں کی دیت قتل خطاء کے برابر ہوگی یعنی ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم۔ (یہ مالیت اس وقت کے حالات کے مطابق تھی ہمارے زمانے کے معاشی حالات کے پیشِ نظر اس میں تبدیلی ہو سکتی ہے)۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے شرح الزیلعی علی الکنز ج ۶ ص ۱۲۶ اور اس کے بعد۔

[۴] تبیین الحقائق شرح الکنز، زیلعی، ج ۶ ص ۱۰۲۔ الکاسانی، ج ۷، ص ۲۵۱۔

[۵] الکاسانی، ج ۷، ص ۲۵۱۔ شرح الکنز، زیلعی، ج ۶ ص ۱۰۳۔ وہ لکھتے ہیں: "اس قتل میں کفارہ واجب

جدید قوانین سے تقابل جیسا کہ پہلے کہا گیا، امام شافعیؒ کی تعریف کے مطابق قتل شبہ عمد وہ ہوتا ہے جس میں مُجرم مقتول کو بالارادہ ضربات تو پہنچائے لیکن قتل کرنا مقصود نہ ہو۔ اور امام زَیلعی کنز کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس قسم کے قتل میں اُس فعل کا ارادہ تو ہوتا ہے جس سے موت واقع ہوئی ہو لیکن قتل کا ارادہ نہیں ہوتا۔ اس طرح یہ قتل جدید قوانین کی اُن دفعات کے مماثل ہے جن میں ایسے جُرمِ ضرب کا ذکر ہے جو مضروب کی موت پر منتج ہو، مثلاً مصری قانون کی دفعہ ۲۳۶[1]۔

قتل خطاء بعض اوقات انسان کوئی جائز کام کر رہا ہوتا ہے لیکن وہ ضروری احتیاط اور ہوشیاری سے کام نہیں لیتا اور اس کی بے احتیاطی کے باعث ایک دوسرے شخص کا قتل واقع ہو جاتا ہے بغیر اس کے کہ قاتل کا ارادہ اسے قتل کرنے کا ہو۔ ایسے قتل کو قتلِ خطاء کہتے ہیں[2]۔ اس کی تین قسمیں ہیں :

ہو ہے کیونکہ یہ ایک لحاظ سے قتلِ خطاء ہے۔ اس لیے قتلِ خطاء کی نص میں یہ داخل ہوگا۔ اور بعض یہ کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ کے قول کی رُو سے اس میں کفارہ واجب نہیں ہے۔"

[a] الکاسانی ج ۷، ص ۲۳۴۔ وہ لکھتے ہیں "ایک ضرب یا دو ضربات سے اگر موت واقع ہو جائے تو ارادۂ قتل کے باوجود قصاص واجب نہیں ہے۔ کیونکہ ایک یا دو بار مارنے سے علی العموم قتل واقع نہیں ہوتا بلکہ مقصد تادیب و تنبیہ ہوتا ہے۔ لہٰذا اس صورت میں شبہ پیدا ہو جاتا ہے"۔ اسی جگہ وہ مزید لکھتے ہیں: "ہمارے ساتھیوں کی رائے کے مطابق مسلسل مارنے سے بھی قصاص لازم نہیں آتا"۔ السَرخسی ج ۲۶ ص ۱۲۲-۱۲۴۔ وہ لکھتے ہیں: "اگر کسی نے بڑے پتھر یا بڑی لکڑی سے انسان کو قتل کیا تو امام ابو حنیفہؒ کی رائے کے مطابق قصاص واجب نہیں ہوتا۔ امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک قصاص واجب ہوتا ہے"

[1] (حاشیہ صفحہ ہذا) مصری تعزیرات کی اس دفعہ کا پہلا فقرہ یہ ہے: "جس نے قصداً کسی کو زخمی کیا یا مارا یا اُسے مُضر مواد دیا، لیکن اُس کا مقصد اُسے قتل کرنا نہ تھا اور اس کے باوجود موت واقع ہو گئی، تو اُسے ۳ سال سے لے کر سات سال تک سزائے قید دی جا سکتی ہے"۔ ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ قتل مقصود نہ تھا، مگر وہ فعل قصداً کیا گیا جس کے نتیجے میں قتل واقع ہوا۔

[2] شرح الکنز، زیلعی ج ۶ ص ۱۰۱۔ اسی میں وہ لکھتے ہیں: "اس قتل میں ملزم قتل کا مجرم نہیں ہے بلکہ

۱۔ غلطی کا صدور فعل میں ہو۔ مثلاً ایک شخص ایک پرندے پر بندوق چلاتا ہے لیکن نشانہ میں غلطی کر کے کسی دوسرے شخص کو قتل کر بیٹھتا ہے، جو پرندے کے پاس ہی تھا۔ اس طرح کے قتل میں غلطی مجرم کے فعل میں ہوتی ہے اس بنا پر اسے خطا فی الفعل کہا جاتا ہے۔[۱]

۲۔ غلطی ارادہ میں ہو۔ مثلاً کسی آدمی کو شکار سمجھ کر اس پر گولی چلا دے یا کسی مسلم کو دشمن قوم کا فرد سمجھتے ہوئے قتل کر دے۔ اس صورت میں مجرم کے فعل میں غلطی نہیں ہوئی، کیونکہ اس نے جس چیز کو مارنا چاہا تھا اسی کو مارا لیکن غلطی اس کے گمان و اعتقاد میں ہوئی۔ اسی لیے اس کو خطا فی الارادہ کہتے ہیں۔[۲]

۳۔ ایک تیسری قسم وہ ہے جو ان دونوں اقسام کے جمع ہو جانے سے پیدا ہوتی ہے اور وہ یہ کہ غلطی ارادہ اور فعل دونوں میں ہو۔ مثلاً شکاری کسی ایک شخص کو شکار سمجھ کر اس پر گولی چلائے مگر وہ کسی اور شخص کو جا لگے۔ اس صورت میں فعل اور ارادہ دونوں میں غلطی واقع ہوئی۔ کیونکہ اس نے ایک شخص کو شکار سمجھ کر اس پر گولی چلائی، یہ ارادہ کی غلطی ہے۔ اور جس پر گولی چلانے کا ارادہ کیا تھا اس کے بجائے دوسرے کو مار دیا۔ یہ فعل کی غلطی ہے۔[۳]

اس تقسیم کی اساس یہ ہے کہ انسان بیک وقت اعضاء اور دماغ سے کام کرتا ہے، لہٰذا اس بات کا

وہ غفلت اور بے احتیاطی کا مجرم ہے، کیونکہ مباح اور جائز کام لازماً اس شرط کے ساتھ ہی کیے جا سکتے ہیں کہ ان سے کسی دوسرے شخص کو نقصان نہ پہنچے، مگر جب کسی اور کو مضرت پہنچ گئی تو ثابت ہو گیا کہ ملزم بے احتیاطی کا مجرم ہے۔" الکاسانی، ج ۷، ص ۲۵۲۔ وہ لکھتے ہیں: "قتلِ خطاء کے ارتکاب سے کوشش اور احتیاط کے ذریعہ بچا جا سکتا ہے۔" الاحکام السلطانیہ، الماوردی ص ۲۲۰۔ الاحکام السلطانیہ، ابو یعلیٰ ص ۲۵۷۔

[۱] الکاسانی، ج ۷، ص ۲۳۴۔ شرح الکنز، زیلعی ج ۶ ص ۱۰۱۔ وہ لکھتے ہیں: "ارادہ میں غلطی یہ ہے کہ کسی شخص کو شکار سمجھے یا مسلمان کو دشمن سمجھ کر تیر مارے۔ اس صورت میں فعل میں غلطی نہیں ہوتی کیونکہ تیر نشانے پر ٹھیک لگا ہے بلکہ ارادہ میں غلطی ہوئی یعنی اس نے ایک مسلم کو دشمن سمجھا یا ایک شخص کو شکار تصور کیا۔"

[۲] شرح الکنز، زیلعی، ج ۶، ص ۱۰۱۔ اس میں لکھتے ہیں: "ارادہ اور عمل دونوں میں غلطی کی مثال یہ ہے کہ کوئی کسی انسان کو شکار سمجھ کر اس پر تیر چلائے اور وہ اس کے بجائے کسی اور کے لگے۔"

امکان موجود ہے کہ ان دونوں میں سے کسی ایک میں یا دونوں میں غلطی کر جائے۔[1]

قتلِ خطاء کا حکم | اس میں قصاص نہیں ہے کیونکہ یہ قتلِ عمد نہیں ہے، البتہ دیت[2] (BLOOD MONEY) اور کفارہ[3] (EXPIATION) واجب ہے۔ اس کے علاوہ مجرم مقتول کی میراث اور وصیت سے بھی محروم ہو گا۔[4]

(باقی)

---

[1] شرح الکنز، زیلعی، ج ۶، ص ۱۰۱۔

[2] الکاسانی، ج ۷، ص ۲۵۲ اور اس کے بعد۔ شرح الکنز، زیلعی، ج ۶ ص ۱۰۱۔ اس میں امام زیلعی لکھتے ہیں: "اس میں کفارہ اور دیت واجب ہے۔ دیت قاتل کے عاقلہ (یعنی خاندان، برادری، قبیلہ وغیرہ) پر عائد ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فتحریر رقبۃ مومنۃ ودیۃ مسلمۃ الیٰ اھلہ "ایک مؤمن غلام کو آزاد کرنا ہے اور مقتول کے ورثاء کو دیت پوری دینا ہے۔" حضرت عمرؓ تین سال تک اس پر عمل کرتے رہے اور کسی صحابی نے اس پر اعتراض نہیں کیا لہٰذا اس پر اجماع بھی منعقد ہو جاتا ہے"۔ الاحکام السلطانیہ، الماوردی ص ۲۲۰۔ الاحکام السلطانیہ، ابو یعلیٰ ص ۲۵۷ و ۲۵۸۔

[3] السرخسی، ج ۲۷، ص ۸۶ لکھتے ہیں: "کفارہ ایک لحاظ سے عبادت ہے اور ایک لحاظ سے سزا ہے۔ اس کا سبب مباح اور حرام کے درمیان ہوتا ہے۔ مباحِ محض، مثلاً جائز طور پر قتل کرنا، کفارے کا سبب نہیں بن سکتا، اور اسی طرح حرام محض بھی کفارے کا سبب نہیں بن سکتا۔ کفارے کا سبب قتلِ خطاء ہوتا ہے۔ کیونکہ قتل خطاء میں اصل فعل مباح ہوتا ہے، البتہ غلطی سے اس کا وقوع جس محل پر ہوتا ہے وہ حرام ہوتا ہے"۔

[4] یاد رہے کہ مصر کا قانون میراث ۷۷ مجریہ ۱۹۴۳ء، امام مالکؒ کے مسلک کو اپناتے ہوئے قتلِ خطاء کے نتیجے میں قاتل کو میراث سے محروم نہیں کرتا۔ اسی طرح مصر کا قانونِ وصیت ۷۱ مجریہ ۱۹۴۶ء بھی مالکی مسلک کو اپناتے ہوئے قتلِ خطاء کے مجرم کے لیے وصیت کو صحیح سمجھتا ہے۔

شراب اور قمار

(۴)

جناب ریاض الحسن صاحب

(بسلسلۂ اشاعت ماہ مئی ۶۸ء)

اس سے پہلے ہم جوئے پر مفصل بحث کر چکے ہیں۔ اب ہم بالخصوص شراب پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ اسلام کے علاوہ بعض دیگر مذاہب نے بھی شراب کی برائیاں بیان کی ہیں۔ بدھ مذہب نے تو ہر قسم کے نشہ سے پرہیز کو اپنے مذہب کا رکنِ اعظم قرار دیا ہے۔ لیکن شراب کے رسیا ہمیشہ سے چور دروازوں کی تلاش میں رہے ہیں۔ بنو عباس کے عہد میں بھی شراب کو حلال کرنے کی کوشش ہو چکی ہے۔ اور ہزار سال بعد اب پھر بعض اسلامی ممالک میں بیر (BEER) کو جائز قرار دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ جس زمانے میں امریکہ میں شراب قانوناً ممنوع تھی اسی زمانہ میں شرقِ اوسط میں شراب کو عام کرنے کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ بالکل اسی طرح آج جبکہ چین میں مغربی موسیقی تو بالکل خلافِ قانون قرار دی جا چکی ہے اور دوسری موسیقی بھی ختم کی جا رہی ہے، مسلم ممالک میں ہر طرح کی موسیقی عام کی جا رہی ہے۔

سید جمیل واسطی (ایم۔ اے کنٹب) اپنی کتاب "اسلامی روایات کا تحفظ" کے صفحہ ۱۴۶ پر لکھتے ہیں:۔

"موجودہ سیاسی حالات کی غلط تشریح کے باعث اور نقل سے عیسائی حکمرانوں کی برابری حاصل کرنے کے لیے مسلمانوں میں بھی شراب عام ہو رہی ہے اور اس شان سے کہ پیرس، لندن اور برلن سے کہیں زیادہ شراب کے اشتہار قاہرہ میں نظر آتے ہیں۔ شمالی الجیریا کے مہذب الجیری اور مشرقِ بعید کے ترقی یافتہ مسلمان[1] شراب خود

[1] آج کل تنکو عبدالرحمٰن کی مثال دی جا سکتی ہے جو شراب کا بڑا چاہنے والا اور اس کو عام کرنے والا ہے۔ تمام دنیا کے مسلمان حکومتوں میں سے صرف اسی کی حکومت نے پاکستان اور ہندوستان کی ۶۵ء کی لڑائی میں ہندوستان کا ساتھ دیا تھا۔